قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ

جلد اول

از افاداتِ عالیہ و بمطابق فتاویٰ فقیہ اہل البیت علیہم السلام

حضرت آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مد ظلہ العالی

قسط اول تقلید و اجتہاد کے متعلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ (جلد اول)

شریعت مقدسہ اسلامیہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ (1) **عقائد**، اصول عقائد میں چونکہ ہر شخص پر علم و یقین حاصل کرنا، ضروری ہے جو تقلید سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بناء بر قول مشہور و منصور اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے (2) **احکام**، باقی رہے احکام از قسم عبادات و معاملات وغیرہ تو ان میں ضروری ہے کہ ہر مکلف مجتہد ہو یا مقلد یا محتاط، یعنی یا تو وہ اس قدر علمی لیاقت کا مالک ہو کہ خود قرآن و حدیث سے استنباط کر کے ہر ہر مسئلہ کا حل معلوم کر سکے۔ یا پھر کسی جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کرے۔ یعنی اس کے حکم کے مطابق عمل کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ اسے اپنی شرعی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید فطری چیز ہے:

بعض لوگ تقلید کے نام سے بدک جاتے ہیں ان کے اضافہ معلومات کی خاطر واضح کیا جاتا ہے کہ تقلید نہ کوئی پیری مریدی ہے نہ کوئی بیعت اور نہ ہی مجتہد و مقلد کا رشتہ نبی و امت یا امام و ماموم والا ہے بلکہ وہ صرف ایک فطری تقاضے کی تکمیل ہے اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ خدائے رحمان نے حضرت انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا ہے۔ یعنی کوئی بھی شخص تن تنہا اپنے تمام امور معاش و معاد کو انجام نہیں دے سکتا بلکہ وہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اپنے بنی نوع انسان کے تعاون کا محتاج ہے مثلاً جو شخص خود طبیعت یا ڈاکٹر نہیں تو وہ علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کی طرف، جو خود وکیل نہیں وہ مقدمہ کے لئے کسی وکیل کی طرف اور جو معمار نہیں وہ مکان تعمیر کرنے کے لئے کسی معمار کی طرف رجوع کرتا ہے۔ **وعلی ہذا القیاس**

روزمرہ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ ہر شخص جو چیز خود نہیں جانتا وہ اس سلسلہ میں اس کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرتا ہے بعینہٖ یہی کیفیت دینی عبادات و معاملات کی ہے چونکہ شریعت کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا واجب ہے اور عمل کرنے کے لئے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے لہٰذا جو شخص خود براہ راست قرآن و حدیث سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی مجتہد نہیں ہے اس پر لازم ہو گا کہ (بطور مقدمہ واجب) یا بموجب **فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ**، مجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ برأت ذمہ کا یقین ہو جائے۔

احتیاط کی وضاحت

مثلاً ایک عمل کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے بعض اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بعض مستحب تو آدمی اسے ضرور بجالائے۔ اسی طرح بعض علماء ایک فعل کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض صرف اسے مکروہ جانتے ہیں تو وہ اسے ہرگز نہ بجالائے یا ایک فعل پر بعض علماء نماز قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض تمام کا تو یہ قصر و اتمام ہر دو کو جمع کرے تا کہ اسے اپنے شرعی وظیفہ کی انجام دہی کا علم و یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید ناگزیر ہے

اس بیان سے یہ بات واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں اصولیوں و اخباریوں کی نزاع (دیگر اکثر مسائل کی طرح) محض نزاع لفظی پر مبنی ہے نام خواہ مجتہد و مقلد رکھا جائے یا عالم و متعلم یا مبصر و مستبصر، یا فقیہ و متفقہ اس سے اصل حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ غیر عالم کو عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اور جہاں تک لفظ اجتہاد کے نام سے نفرت کا تعلق ہے تو یہ بے جا ہے کیونکہ مقدمہ کتاب میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمارے اور دوسری اسلامی برادری کے اجتہاد میں یہ بنیادی فرق ہے کہ **ہمارا اجتہاد صرف قرآن اور سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام** کے فرمان کے مرکز و محور کے ارد گرد گھومتا ہے جبکہ دوسروں کے اجتہاد میں اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ جائز الاعتماد ہیں۔ جس اجتہاد و تقلید کی بعض اخبار سے مذمت مترشح ہوتی ہے تو اس سے یہی دوسری قسم کا اجتہاد و تقلید مراد ہے جو آئمہ اطہارؑ کے دور میں مخالفین میں رائج تھا۔ فلا تغفل

مرجع تقلید کے شرائط کیا ہیں؟

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ مرجع تقلید میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟ سو واضح ہو کہ کچھ خدا کے کلام اور سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کے فرمان سے واضح و عیاں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرجع تقلید میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

1۔ **فقاہت و اجتہاد**۔ یعنی پیش آمدہ مسائل کو ان کے مدارک و ماخذ (قرآن و حدیث) سے استنباط کرنے کی پوری اہلیت ولیاقت رکھتا ہو۔

2۔ **صحت اعتقاد** یعنی صحیح اثنا عشری عقائد کا حامل ہو۔

3۔ **امور قبیحہ** سے اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو۔

4۔ **ان چیزوں سے اپنے دین** کو بچانے والا ہو جو انسان کو بے دین بنا دیتی ہیں۔

5۔ **ہوا و ہوس نفس امارہ** کی مخالفت کرنے والا ہو۔

6۔ **اپنے مولا و آقا خداوند عالم** (سبحانہٗ و تعالیٰ) اور اس کے ساتھ ساتھ رسول خدا ﷺ اور ائمہ ہدیٰؑ کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

انہی آخری چار مذکورہ بالا شرائط کے مجموعہ کا نام "**شرعی عدالت**" ہے یعنی اس کے اندر ایک ایسا ملکہ ہو جس کی وجہ سے وہ (جان بوجھ کر) واجبات کو ترک نہ کرے اور محرمات کا ارتکاب نہ کرے۔ الغرض وہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت ایسا ہو جائے تو فوراً توبۃ النصوح کر لے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ تمام شرائط امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول شدہ حدیث شریف کے اندر

بالتفصیل مذکور ہیں فرماتے ہیں۔ **اما من کان من الفقهاء صائناً لنفسه، حافظاً لدینه۔ مخالفاً لهواه، مطیعاً لا مر مولاه فللعوام ان یقلدوه**۔یعنی فقہاء میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچانے والا، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا، اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے والا اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو۔ عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔ (احتجاج طبرسی وغیرہ) ایسے ہی شخص کو "**مجتہد جامع الشرائط**" کہا جاتا ہے **وذالک لایکون الابعض فقهاء الشیعة لاکلهم۔ کمالایخفی**۔

لمحہ فکریہ راجع بہ تقلید اعلم

قارئین کرام نے بچشم خود شرائط فقیہ والی مفصل حدیث ملاحظہ کرلی ہے اس میں کہیں بھی اعلم یا افقہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ (اور اسی پر کیا منحصر ہے اجتہاد و تقلید کے سلسلہ میں وارد شدہ کسی بھی روایت میں یہ لفظ موجود نہیں ہے) ہاں البتہ قضاوت کے باب میں وارد شدہ ایک حدیث مقبولہ عمر بن حنظلہ میں یہ لفظ ضرور وارد ہے مگر اس کا محل اور ہے وہ فصل خصومت اور قطع نزاع کے مقام پر وارد ہے جس کا ہمارے محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں ہے کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس چیز کا قرآن و حدیث میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اس کے متعلقہ مباحث سے تو موجودہ فقہی کتب چھلک رہی ہیں کہ اعلم کسے کہتے ہیں؟ اعلم کون ہے؟ اعلم کی تقلید واجب ہے؟ اعلم کی پہچان کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ مگر جن شرائط کی احادیث میں صراحت موجود ہے ان کا نام بھی ڈھونڈنے سے کہیں نہیں مل سکتا، انقلابات ہیں زمانہ کے!

حالانکہ نقل سے قطع نظر کرکے اگر چند منٹ صرف عقل سے بھی سوچا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسی طرح عقلاً بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ یہ حکم دیتا تو یہ تکلیف مالایطاق (طاقت برداشت سے زائد) تکلیف، ہوتی حالانکہ خدائے حکیم کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا **(لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا)** کیونکہ **اعلم فی العالم** (پوری کائنات کے علماء میں سے سب سے بڑے عالم) کی تشخیص و تعیین **عادةً محال** ہے (جسے نبی و امام کا معجزہ ہی بروئے کار لا سکتا ہے) کوئی مائی کا لعل ہے جو پہلے تمام کائنات کے تمام علماء کی تعداد معلوم کرے اور پھر ہر ہر علم و فن میں ان کے مرتبہ و مقام کا جائزہ لے۔۔۔۔۔۔ اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ فلاں شخص **اعلم فی العالم** ہے۔

بالانصاف قارئین کرام فرمائیں کہ کیا ایسا کرنے والا شخص خود اعلم العلماء نہیں ہوگا؟ ہمیشہ محقق علماء اعلام نے اس مسئلہ کو ناقابل عمل قرار دیا ہے چنانچہ عالم ربانی حضرت شیخ زین العابدین مازندرانیؒ اپنے مفصل رسالہ عملیہ ذخیرۃ العباد صفحہ 20 طبع لکھنؤ پر لکھتے ہیں "**ولکن انصاف این است که غالباً تشخیص اعلم ممکن نیست بجهت اینکه الخ** یعنی انصاف یہ ہے کہ غالباً اعلم کی تشخیص ممکن نہیں ہے"

پس معلوم ہوا کہ عقل اس سے زیادہ کوئی فیصلہ نہیں کرتی کہ جس شعبہ حیات کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا ہو اور وہ متعدد ہوں تو گرد و پیش کے ماہرین میں سے جو زیادہ ماہر ہو اس کی طرف رجوع کرنا افضل و مستحسن ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم علاقہ بھر کے سب سے زیادہ ماہر ڈاکٹر اور وکیل وغیرہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے مگر عقل یہ فیصلہ تو ہرگز نہیں کرتی کہ اگر علاج کرانا ہو تو پہلے یہ دیکھو کہ ساری کائنات میں سب سے بڑا ڈاکٹر کون ہے؟ اور جب یہ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ (خواہ اس سے پہلے مریض مرحوم ہی ہو جائے) اور نہ یہ کہ سب سے بڑے ماہر ڈاکٹر کے علاوہ کسی اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا ناجائز ہے! عقل سلیم کے اس فیصلہ سے ہمیں بھی ابا و انکار نہیں ہے کہ دین کے معاملہ میں رجوع کرنے والے شخص کے علاقہ و ماحول کے علماء و مجتہدین میں سے جو سب سے افضل ہو اس کی طرف رجوع کرنا یقیناً افضل ہے مگر اس کا تقلید اعلم فی العالم کے وجوب کے ساتھ کیا تعلق ہے یا اس کا مطلب یہ کب ہے کہ سوائے اس مجتہد کے جو تمام کائنات کے مجتہدوں سے بڑا ہے۔ باقی تمام مجتہدین کی تقلید حرام ہے۔ **ودون اثباته خرط القتاد**۔ اس پر کوئی شرعی و عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بیسیوں دلائل و براہین موجود ہیں **ولبیانہا محل آخر**۔ یہ تو اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کی شعوری یا غیر شعوری سازش ہے۔ **واللّٰہ العاصم**

اثبات اجتہاد کا طریقہ کار

بہر حال کسی شخص کے اجتہاد کے معلوم کرنے کے دو صحیح طریقے ہیں (1) یا تو انسان خود اہل خبرہ سے ہو اور براہ راست اختبار و امتحان سے اس کے اجتہاد کی تصدیق کرے۔ (2) یا اہل خبرہ میں سے دو عادل گواہ کسی کے اجتہاد کی تصدیق کریں۔

بقاء بر تقلید میت کا جواز

مذکورہ بالا بیان سے ایک اور معرکۃ الاراء اختلافی مسئلہ کا صحیح حل بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا میت مجتہد کی تقلید پر باقی رہنا جائز ہے یا نہ؟ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ **اذا مات المفتی مات الفتوی**۔ (جب مفتی مر جائے تو اس کا فتوی بھی مر جاتا ہے) مگر اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ جب سطور بالا میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مذہب حق کے مجتہدین کا اجتہاد قرآن و حدیث کے تابع ہے تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی موت سے قرآن و حدیث نہیں مر سکتے (**حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرام الی یوم القیامۃ**) ہاں اگر کسی شخص کا اجتہاد اس کی ذاتی رائے و قیاس کا نتیجہ ہے تو ممکن ہے مرنے کے بعد اسے اپنی رائے کے غلط ہونے کا انکشاف ہو جائے۔ مگر ہمارے نزدیک جب ایسے شخص کا اجتہاد اس کے عین حیات میں ہی قابل اعتماد نہیں ہے تو مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ شاید کہ یہ کلیہ ایسے ہی ذاتی رائے و قیاس پر مبنی اجتہاد پر منطبق ہوتا ہے جسے غلطی سے صحیح اجتہاد پر چسپاں کر دیا گیا ہے **واللّٰہ العالم بحقائق احکامہ والقائمون مقامہ فی حلالہ و حرامہٗ قدجاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ و من عمی فعلیہا و ما انا علیکم بحفیظ**۔

(اقتباس از قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ جلد اول۔ صفحہ 30 تا 35، مطبوعہ)